اسلامی سزائیں

اور

جرائم کی روک تھام

مولانا عتیق احمد بستوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ناشر

مکتبہ معہد الشریعہ، لکھنؤ

اسلامی سزائیں

اور

جرائم کی روک تھام

مولانا عتیق احمد بستوی

استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

بار دوم

شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ -- مئی ۲۰۱۵ء

نام کتاب	:	اسلامی سزائیں اور جرائم کی روک تھام
مصنف	:	مولانا عتیق احمد قاسمی
کمپوزنگ	:	عبدالمغنی ندوی
صفحات	:	۴۰
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
قیمت	:	۳۵ روپے
ناشر	:	معہد الشریعۃ 504/56 مکارم نگر، ندوہ روڈ، لکھنؤ، یوپی (انڈیا)
ای میل:	:	m.ateeque.bastavi@gmail.com
موبائل:	:	9839776083-9236500677

ناشر

مکتبہ معہد الشریعہ، لکھنؤ یوپی، انڈیا

فہرست

عناوین	صفحہ نمبر
حرفِ چند	۴
دیباچہ	۶
پیش لفظ	۱۰
دورِ حاضر میں جرائم کی رفتار	۱۳
اسلامی سزائیں	۱۴
حدود و قصاص	۱۵
تعزیرات	۱۵
قصاص	۱۶
اسلام میں چوری کی سزا	۲۲
رہزنی کی سزا	۲۷
شراب نوشی کی سزا	۲۸
اسلام میں زنا کی سزا	۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین محمد بن عبداللہ الأمین وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین۔

اسلام کی جن تعلیمات پر مخالفین اسلام کی طرف سے بہت زیادہ اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان میں سے اسلام کا قانون جرم وسزا بھی ہے، وہ سنگین جرائم جن کا رواج ہونے سے انسان کی جان ومال، عزت وآبرو، عقل وخرد اور نسل انسانی، بری طرح متاثر ہوتی ہے، مثلاً زنا، چوری، بہتان تراشی، شراب نوشی وغیرہ، اسلامی شریعت نے ان جرائم پر سخت سزائیں مقرر کی ہے تاکہ ان کا پورے طور پر سد باب ہوسکے اور مجرمانہ ذہن رکھنے والے لوگ ان جرائم کے ارتکاب کی ہمت نہ کرسکیں، مجرموں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے نام پر اسلام کی ان سزاؤں کو (جو سراسر انسانیت کے مفاد میں ہے) اہل یورپ کی طرف سے برابر نشانۂ تنقید وملامت بنایا گیا، اور ایشیا اور افریقہ کے جو اہل علم وفکر مغرب سے مرعوبیت کے شکار تھے انہوں نے بھی انہی لایعنی اعتراضات کو دہرایا، بہت سے ضعیف الایمان اہل قلم بھی اس صف میں شامل ہوگئے۔

حق فاؤنڈیشن لکھنؤ نے اس موضوع کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے لکھنؤ کے ایک وسیع ہال میں ''اسلامی سزائیں اور جرائم کی روک تھام'' کے عنوان سے ایک سمپوزیم کا اہتمام کیا اور حق فاؤنڈیشن کے ذمہ داروں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اس موضوع پر کلیدی مقالہ تیار

کردوں جو سمپوزیم میں پڑھا جائے، اور اس کے بعد لوگوں کو سوالات کا موقع دیا جائے، حق فاؤنڈیشن کے ذمہ داروں نے اس سمپوزیم کے لئے بڑا اہتمام کیا، لکھنؤ ہائی کورٹ کے فاضل جج جناب حیدر عباس صاحب نیز مسلم وغیر مسلم وکلاء کی اچھی تعداد اس پروگرام میں شریک رہی، اردو میڈیا کے علاوہ ہندی اور انگریزی میڈیا نے بھی اس پروگروم کو اچھا کوریج دیا، سمپوزیم کے ذمہ داروں نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ میرے مقالہ کا خلاصہ ہندی زبان میں تیار کر کے میڈیا والوں کو فراہم کردیا۔

یہ مقالہ ماہنامہ ''بانگ درا'' لکھنؤ کے کئی شماروں میں قسط وار شائع ہوا، اور اس کا عربی ترجمہ ماہنامہ ''البعث الاسلامی'' ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شائع ہوا، پھر اس مقالہ کو حضرت مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب نے ''الھدایہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ'' جے پور کی طرف سے بڑے اہتمام سے شائع کیا، ادھر کچھ دنوں سے یہ رسالہ دستیاب نہیں ہے، اور اہل علم کی طرف سے اس کی فرمائش آتی رہتی ہے، اس لئے مکتبہ معہد الشریعہ لکھنؤ کی طرف سے اس کا نیا دیدہ زیب ایڈیشن شائع کیا جارہا ہے، اس رسالہ پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی بیش قیمت تقریظ ہے جس سے موضوع کی اہمیت اور رسالہ کی افادیت زیادہ واضح ہوتی ہے، حضرتؒ کا یہ پیش لفظ مصنف کے لئے سرمایۂ افتخار ہے، اللہ تعالیٰ اس نئی اشاعت کو قبول فرمائے، اور اسلامی سزاؤں کے بارے میں جو غلط فہمیاں ایک مدت سے پھیلائی جارہی ہیں انہیں دور کرنے میں یہ رسالہ مفید خدمت انجام دے، اور مصنف کے لئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین ثم آمین۔

عتیق احمد قاسمی بستوی

صدر معہد الشریعہ لکھنؤ

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۴/۷/۱۴۳۶ھ

۱۴/۵/۲۰۱۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ نبينا محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين

کم وبیش دوسو سال سے اسلام کو بدنام کرنے اور اس کی تصویر بگاڑنے کی ناپاک کوششیں یورپ اور امریکہ کے مفکرین اور اہل قلم کی طرف سے برابر جاری ہیں اس مقصد کے لئے بے پناہ دولت خرچ کی جارہی ہے اور جدید ترین ذرائع ابلاغ کو کام میں لاکر اسلام اور مسلمانوں کی تصویر بگاڑی جارہی ہے، مسلمانوں کو دہشت گرد اور اسلام کو دورِ سفا کی کا مذہب قرار دیا جارہا ہے۔

اسلام جس نے سب سے پہلے حقوق انسانی کا پرچم بلند کیا، احترام آدمیت کا سبق سکھایا، انسانی وحدت واخوت کا درس دیا، عورتوں، بچوں اور مظلوموں کے حقوق کا تحفظ کیا، اسی اسلام کے خلاف زہرناک پروپگنڈہ مسلسل جاری ہے، اس میدان میں مستشرقین کی طویل ترین خاموش محنت کی وجہ سے ایشیا، افریقہ حتی کہ بلاد عربیہ اور بلادِ اسلامیہ میں بھی اہل فکر اور اہل قلم کی ایسی نسل تیار ہوگئی ہے جو مختلف اسلامی تعلیمات کو نشانہ بناتی رہی ہے اور اسلام کے بارے میں یہ تاثر پیدا کرتی ہے کہ یہ مذہب دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا اور نعوذ باللہ اسلامی قوانین کا جوا اپنے کندھوں پر لاد کر مسلم ممالک دورِ حاضر کی تیز رو ترقیات کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

اسلامی قانون کے جن حصوں کو مستشرقین اور ان کے شاگردوں نے خاص طور سے اپنے پروپگنڈوں کا نشانہ بنایا انہیں میں سے مختلف سنگین ترین جرائم کے بارے میں اسلام کی مقرر کردہ سزائیں ہیں، مثلاً قاتل کو قتل کیا جانا، چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنا، زنا کے جرم میں سنگسار کرنا یا سو کوڑے لگانا، اسلامی سزاؤں کے غیر انسانی اور وحشیانہ ہونے کا پروپگنڈہ اتنے زور وشور سے کیا گیا کہ خود بہت سے مسلمانوں کے دل ودماغ میں اس بارے میں شکوک وشبہات کے کانٹے چبھنے لگے اور یہ کہا جانے لگا کہ یہ سزائیں چودہ سو سال پہلے کے غیر متمدن سماج کے لئے موزوں ہوسکتی تھیں لیکن اس ترقی یافتہ مہذب دور میں تو ان سزاؤں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مغرب کے مفکرین اور قانون دانوں نے مجرموں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کے نام پر جرم وسزا کا جو فلسفہ تراشا اور اس کی اساس پر جرائم کے سدباب کے لئے جو قوانین بنائے ان کی ناکامی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے، جرائم کے روکنے میں یہ قوانین بری طرح ناکام ہیں ـــــــ دنیا کے ترقی یافتہ، سائنسی وصنعتی ترقیات سے لیس اور تعلیم سے آراستہ ممالک بھی سنگین جرائم کی خوفناک رفتار سے سخت پریشان ہیں اور ان جرائم پر قابو پانے میں اپنے کو بے بس محسوس کررہے ہیں، امریکہ اور یورپ میں بھی اب اس طرح کی آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ جرائم کے سیلاب کو اسلامی سزاؤں ہی کے ذریعہ روکا جاسکتا ہے، خود ہمارے ملک ہندوستان میں بعض غیر مسلم اہل فکر اور تنظیموں کی طرف سے یہ مطالبہ آنے لگا ہے کہ قتل، اغوا، زنا بالجبر جیسے جرائم کی سزائیں سخت کی جانی چاہئیں اور ان سزاؤں کے نفاذ کو یقینی بنایا جانا چاہئے۔

ان حالات میں اسلامی سزاؤں کی معقولیت اور ان کا اعجاز ظاہر کرنے کی سخت ضرورت ہے، دنیا کے سامنے یہ حقیقت بار بار واشگاف کی جانی چاہئے کہ سنگین جرائم کے روز افزوں

سیلاب سے انسانیت کی اگر کوئی پناہ گاہ ہے تو اسلامی نظام زندگی، اسلامی قوانین اور اسلام کا نظامِ تعزیرات ہے۔

اسی مقصد کے تحت ''حق فاؤنڈیشن لکھنؤ'' کے ذمہ داروں نے ''جرائم کی روک تھام اور اسلامی سزائیں'' کے موضوع پر لکھنؤ میں ایک سمپوزیم کا اہتمام کیا، اس سمپوزیم میں کلیدی خطبہ پیش کرنے کے لئے فاؤنڈیشن کے ذمہ داروں نے مجھ سے رابطہ قائم کیا، ان کی دعوت پر میں نے یہ مقالہ تیار کیا جس میں اختصار کے ساتھ اسلامی سزاؤں کی معقولیت و معنویت واضح کرنے کی کوشش کی گئی اور جرائم کی روک تھام میں اسلامی سزاؤں کی غیر معمولی کامیابی کا ذکر کیا گیا۔

یہ سمپوزیم یکم دسمبر ۱۹۹۶ء کو لکھنؤ ہائی کورٹ سے متصل ایک سیمینار ہال میں منعقد ہوا، جسٹس حیدر عباس (لکھنؤ ہائی کورٹ) نے اس کا افتتاح کیا، ہائی کورٹ کے وکلاء اور ممتاز اہل فکر ودانش نے اس میں شرکت کی، غیر مسلم برادرانِ وطن نے بھی اس میں دلچسپی لی، انگریزی اور ہندی پریس نے اس پروگرام کو خاص اہمیت دی اور لکھنؤ سے شائع ہونے والے اکثر انگریزی اور ہندی اخبارات نے ۲/دسمبر ۱۹۹۶ء کے شمارہ میں اس سمپوزیم کی اچھی رپورٹنگ کی، اس سے اندازہ ہوا کہ خوفناک جرائم کی تباہ کاریوں سے خود ہمارے ملک کے اہل فکر کس قدر فکر مند ہیں اور ان کے سدِ باب کے لئے تعزیراتی قوانین اور عدالتی نظام میں تبدیلیوں کے خواہش مند ہیں۔

سمپوزیم کے ذمہ داروں نے میرے کلیدی خطبہ کا خلاصہ ہندی میں تیار کرا کے صحافیوں میں تقسیم کر دیا تھا، اس سے انہیں پروگرام کی رپورٹنگ میں آسانی ہوئی۔

یہ مقالہ ماہنامہ ''بانگِ درا'' کے تین شماروں میں شائع ہوا، اس کے بعد اس کا عربی ترجمہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے عربی رسالہ ''البعث الاسلامی'' میں شائع ہوا۔

مجھے بے پناہ مسرت ہے کہ زیرِ مضمون کو کتابی صورت میں شائع کرنے اوراس کا انگریزی ترجمہ شائع کرنے کا بیڑہ الہدایہ اسلامک ریسرچ سینٹر نے اٹھایا، جامعۃ الہدایہ جے پور جوحضرت مولانا شاہ محمد عبدالرحیم مجددیؒ کے خوابوں کا تاج محل، ان کے بلند عزائم کا مظہراور دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کے حسین ومتوازن امتزاج کی پہلی اور عظیم تجربہ گاہ ہے، اس کے زیر سایہ قائم ہونے والے تحقیقی ادارہ کے لئے ہر طرح موزوں اور شایانِ شان ہے کہ وہ اس طرح کے موضوعات پر کتابیں اور رسائل شائع کرے، عقل ومنطق اور تجربے کی روشنی میں اسلامی احکام وتعلیمات کی حقانیت ثابت کرے۔

میرے پاس مفکر اسلام مخدومی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے شکر وسپاس کے لئے الفاظ نہیں ہیں کہ حضرت والا نے اپنے گراں قدر پیش لفظ سے اس رسالہ کی عزت وافادیت بڑھادی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ رسالہ اس کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرے اور اسلام کے قانون جرم وسزا کی معقولیت وبرتری ثابت کرنے میں کامیاب ہو۔ (آمین)

عتیق احمد قاسمی

(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پیش لفظ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وآله وصحبه أجمعین!

یہ ایک مسلمہ اور نسل انسانی کے وجود وظہور سے لے کر اس کی دینی واخلاقی، ذہنی وفکری تمدنی ومعاشرتی، ترقیوں، تبدیلیوں، یہاں تک کہ ادیان سماوی کے ظہور، پیغمبروں کی تعلیمات، مجددین ومصلحین امت کی انقلاب انگیز تعلیمات واصلاحات، اور روحانی پیشواؤں کی مساعی جمیلہ کے تسلسل کے ساتھ (جن سے مشکل سے کوئی دور یا ملک یا علاقہ خالی رہا ہوگا) یہ مسلمہ حقیقت اور ناخوشگوار مشاہدہ ہے کہ ان بہت سے محرکات، دواعی واسباب اور جنسی، مادی، ترغیبات اور بعض اوقات جاہ ومنصب کے حصول اور دنیا طلبی کے تقاضہ سے نوع انسانی (کسی دور اور ماحول کا استثناء کئے بغیر) میں جرائم کے ارتکاب اور شرعی واخلاقی حدود سے تجاوز بلکہ مخالفت اور بعض اوقات اس سے بغاوت کا انسانی تاریخ میں ایک تسلسل نظر آتا ہے اور مختلف حدود اور پیمانوں پر جرائم کا ارتکاب، اور دینی واخلاقی تعلیمات سے انحراف کی کھلی ہوئی مثالیں اور نمایاں مناظر نظر آتے رہے ہیں۔

نسل انسانی کی اس کمزوری اور افسوس ناک واقعات کے ظہور کے خلاف (جو

انسانیت کے شرف، اس کے منصب خلافت اور حامل پیغامِ ہدایت ہونے کی تردید کا مرادف تھا) خود نوع انسانی کے سلیم الطبع طبقہ میں اور نہ صرف ہدایت واصلاح کے ذمہ داروں، نائبین انبیاء کے حلقہ میں بلکہ صحیح الفکر انسان دوست حلقہ میں اس کا ردعمل پیدا ہونا ضروری تھا، اور پیدا ہوا۔

اس ردعمل نے عام طور پر تعزیرات اور بعض اوقات قانونی سزاؤں اور بعض اوقات اظہار ناپسندیدگی اور غیظ وغضب کی شکل اختیار کرلی، جن سے نسل انسانی کی طویل تاریخ، انسانی معاشروں کے عمل وردعمل کی داستانیں، سیاحوں کے سفرنامے، اور حکمرانوں کی تاریخیں لبریز ہیں۔

نسل انسانی کے اس طبعی ردعمل، اور مختلف دور کے قانون سازوں اور ارباب اختیار کے طرز عمل کے خلاف (جس نے انسانی معاشرے وتمدن کی طویل تاریخ میں کوئی بڑا انقلابی کارنامہ انجام نہیں دیا، اور نہ ان سے جرائم کا سد باب ہوا) وہ شرعی تعزیرات آتی ہیں جو خالق کائنات، خالق فطرت، اور خدائے علیم وخبیر نے جو احکم الحاکمین بھی ہے اس کے ساتھ ارحم الراحمین بھی نازل فرمائیں اور ان کا حکم کتاب الٰہی اور شریعت آسمانی میں ہے، اس میں قصاص، رجم وجلد، قطع ید اور مختلف سزائیں اور تعزیرات شامل ہیں انہوں نے معاشرۂ انسانی کے ایک بڑے حصہ پر جس کے ہاتھ میں صدیوں زمام اختیار واقتدار بھی رہی اور دنیا کی دینی، اخلاقی، روحانی وفکری قیادت بھی، جو انقلابی، تعمیری، اور مثبت اثر ڈالا وہ انصاف پسند اور اہل نظر طبقہ سے مخفی نہیں۔

لیکن ضرورت تھی کہ ان حدود وتعزیرات پر ایک فقیہانہ، عالمانہ، مبصرانہ اور حقیقت پسندانہ نظر ڈالی جائے اور ان تعزیرات کے پورے تشریعی نظام، حدود وشرائط اور جزئیات، تقیدات کو سامنے رکھا اور سامنے لایا جائے اور بتایا جائے کہ ان حدود وتعزیرات کے نافذ کرنے کے کیا شرائط ہیں، ان میں کن حدود کا لحاظ رکھا جاتا ہے، ان میں کیا استثناءات وامتیازات ہیں، پھر یہ بھی دکھایا جائے کہ ان کا

قدیم اسلامی تاریخ میں کیا ردعمل ہوا، جرائم کا کس حد تک سدباب ہوا۔

عام طور پر جو لوگ اجمالی یا رسمی طور پر ان تعزیرات وحدود (رجم وجلد، قطع ید وغیرہ) سے واقف ہیں وہ بالکل اجمالی طور پر بلکہ اکثر اوقات صرف ان عنوانات اور سزاؤں کے نام سے واقف ہیں جو شریعت نے مقدر کی ہیں، ان کے دوسرے فقہی احکام، شروط وتقیدات سے اکثر ناواقف ہیں، خدا کا شکر ہے کہ ایک عالم راسخ، شریعت پر عمیق ووسیع نظر رکھنے والے اور طویل تدریسی مشغلہ رکھنے کی وجہ سے علمی رسوخ، وسیع نظر، مسلک اہل سنت سے موافقت اور اس کی ترجمانی کا سلیقہ رکھنے والے فاضل مولانا عتیق احمد صاحب بستوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ان حدود شرعیہ، ان کے شرائط وقیود اور ان کے حکم ومصالح پر ایک فقیہانہ، متکلمانہ اور تقابلی مطالعہ کے انداز پر جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے، ''اسلامی سزائیں اور جرائم کی روک تھام'' کے نام سے یہ کتاب لکھ کر وقت کی ایک ضرورت پوری کی، اور بعض حلقوں میں ناواقفیت یا دینی عصبیت یا سطحیت کی وجہ سے ان تعزیرات کے سلسلہ میں جو شبہات پیدا ہوتے ہیں اور کبھی ان کا اظہار کیا جاتا ہے، ان کا جواب اور اس سلسلہ میں ایک تشفی بخش تشریح وتفہیم بھی آگئی ہے، امید ہے کہ ہمارے علمی، تدریسی حلقوں میں بھی اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی یہ کتاب مفید، معلومات افزا اور چشم کشا ثابت ہوگی۔

ابوالحسن علی ندویؒ

دورِ حاضر میں جرائم کی رفتار

دورِ حاضر میں جرائم کی رفتار بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، بھیانک جرائم کا پھیلاؤ اہل فکر و دانش اور اہل قانون نیز ارباب سیاست و حکومت کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے، جرائم کی روک تھام کے لئے کی جانے والی کوششیں الٹا اثر دکھارہی ہیں، بھیانک جرائم کے بڑھنے کی رفتار آبادی کے بڑھنے کی رفتار سے کہیں زیادہ ہے جرائم کی شرح صرف پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں نہیں بڑھ رہی ہے، ترقی یافتہ ممالک (امریکہ، یورپ وغیرہ) میں بھیانک جرائم کی تباہ کاریاں اور زیادہ ہیں یہ خیال بے بنیاد اور خام ثابت ہو چکا ہے کہ تعلیم کے فروغ سے جرائم میں کمی آئے گی، اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ آبادی میں تعلیم کا فیصد جس قدر بڑھ رہا ہے جرائم کا فیصد اس سے کہیں زیادہ بڑھ رہا ہے بلکہ کبھی کبھی تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید ہماری اکثر تعلیم گاہیں اور دانش گاہیں سماج کے جرائم کو سیراب اور شاداب کررہی ہیں، ہمارے بہت سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بہترین علمی، سائنسی اور صنعتی صلاحیتیں نت نئے جرائم ایجاد کرنے اور قانون کی زد سے بچ نکلنے میں صرف ہورہی ہیں۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیات نے جرائم کو نئے بال و پر مہیا کئے ہیں، جدید سائنسی اور صنعتی وسائل کا استعمال کر کے جرائم نے برق رفتار ترقی کی ہے، ہزاروں نئے بھیانک جرائم تراش لئے گئے ہیں جن کا اس سے پہلے کی صدیوں میں تصور نہیں تھا، جدید ترقیات اور نت نئی ایجادات نے انسانی زندگی کو سہولتوں اور آسائشوں سے معمور کر دیا، برق رفتار سواریوں اور الیکٹرانک میڈیا نے مسافتیں سمیٹ دیں اور پوری دنیا کو ایک محلہ بنادیا لیکن جرائم کی کثرت اور سنگینی نے زندگی کا سکون اور لطف چھین لیا، زندگی کی آرائشوں اور آزمائشوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود نہ انسان کی جان محفوظ ہے نہ مال اور نہ عزت و آبرو، آئے دن قتل، اغوا، چوری، غارت گری، عصمت دری کے واقعات پیش آتے

رہتے ہیں، شراب اور منشیات کا استعمال بے تحاشا بڑھ رہا ہے، جوے کی بے شمار پرانی اور نئی شکلیں سماج کو اپنی گرفت میں لے چکی ہیں، شراب نوشی اور قمار بازی کی کوکھ سے بے شمار بھیانک جرائم جنم لے رہے ہیں اور ہمارے سماج کو جہنم کا نمونہ بنا رہے ہیں، زنا، بدکاری اور جنسی بے راہ روی جرم کے بجائے ہنر قرار پا چکے ہیں، اہل یورپ کی طرح ہمارا خاندانی نظام (فیملی سسٹم) بھی تباہی کے دہانے پر ہے، بدکاری اور جنسی اباحیت کے رواج نے نکاح اور شادی کو مسرت وشادمانی کے بجائے بوجھ بنا دیا ہے۔

ہمارے تعزیراتی قوانین جو یورپ سے درآمد کئے گئے ہیں جرائم پر قابو پانے اور روک لگانے میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں جس طرح خود یورپ اور امریکہ میں یہ قوانین بالکل فیل ہو چکے ہیں، موجودہ عدالتی نظام نے ان قوانین کو اور زیادہ مفلوج کر دیا ہے، ان حالات میں بہت سے اہل فکر اور اہل قانون ایسے متبادل قانون تعزیرات کی تلاش میں ہیں جو جرائم پر قابو پانے اور جرائم کا فیگر کم کرنے میں کامیابی حاصل کرے، انسان کی جان، مال، عقل، عزت وآبرو کو اطمینان بخش تحفظ فراہم کرے، انسانی خون کی ارزانی کو روکے۔

اسلامی سزائیں

اسلام کے پاس ایک مکمل اور مربوط نظام جرم وسزا ہے، اس کے تعزیراتی قوانین نے سینکڑوں سال تک دنیا کے وسیع تر رقبہ میں جرائم پر قابو پایا، انسان کی جان، مال، عقل، عزت وآبرو کا تحفظ کیا اور دور حاضر میں بھی یہی قوانین انسانی سماج سے جرائم کو مٹا سکتے ہیں اور بھیانک جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روک سکتے ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کے تعزیراتی قوانین کی معقولیت کو سمجھا جائے اور انہیں اختیار کر کے دنیا کو بدامنی، قتل وغارت گری وغیرہ سے پاک کیا جائے۔

ذیل کی سطروں میں اسلام کے نظام جرم وسزا کی چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں کہ کیوں کہ جرم وسزا سے متعلق اسلامی قوانین کا چند صفحات میں احاطہ ناممکن ہے۔

اسلام کی سزاؤں کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں (۱) حدود وقصاص (۲) تعزیرات۔

حدود وقصاص

کچھ جرائم کو افراد اور سماج کے لئے زیادہ بھیانک اور ہولناک قرار دے کر اور انہیں انسانی سماج کے لئے زیادہ ضرر رساں سمجھ کر اللہ اور اس کے رسول نے ان جرائم کی سزائیں اور سزاؤں کی مقدار متعین کر دی ہے، حاکم اور جج کو ان سزاؤں میں کسی تبدیلی کا اختیار نہیں ہے، ثبوت جرم کے بعد ان سزاؤں کا جاری کرنا حاکم اور جج کے لئے ضروری ہے، سلطان اور خلیفہ کو بھی ان سزاؤں کو معاف کرنے یا ان میں تخفیف کرنے کا اختیار نہیں، ان جرائم کی سزاؤں میں مجرم کی شخصیت، سماجی اور قانونی حیثیت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے، ان جرائم میں ملوث شخص خواہ مملکت کا حکمران اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو اگر اس کے خلاف عدالت میں جرم کا ثبوت مل جاتا ہے تو متعینہ سزا اس پر کسی رو رعایت کے بغیر نافذ کی جائے گی وہ جرائم یہ ہیں: (۱) کسی انسان کو قتل کرنا یا اس کے جسم کو کوئی نقصان پہنچانا (۲) زنا (۳) چوری (۴) راہزنی (۵) کسی پر زنا کا اتہام لگانا (۶) شراب نوشی (۷) ارتداد (۸) بغاوت۔

تعزیرات

حدود وقصاص کی فہرست میں آنے والے جرائم کے علاوہ باقی جرائم کی سزاؤں کو تعزیرات کہا جاتا ہے، تعزیراتی جرائم کی سزاؤں کی نوعیت اور مقدار اللہ اور اس کے رسول نے متعین نہیں کی ہے بلکہ اسے حاکم اور قاضی کی اختیار تمیزی پر چھوڑا ہے، امیر اور قاضی کی ذمہ داری ہے کہ جرم کی نوعیت، مجرم کی صورتحال وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سزا کی تجویز اور تنفیذ کرے لیکن سزا تجویز کرتے وقت دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ (۱) جرم اور سزا میں تناسب ہونا چاہئے، تناسب اور عدل کا خیال رکھنا ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ ہلکی اور معمولی جرم پر سخت ترین سزا دی جائے یا سنگین جرم پر معمولی سزائیں دی جائیں (۲) جرائم پر سزا دینے کا مقصد مجرم سے انتقام نہیں بلکہ جرائم کا سد باب ہے اس لئے ایسی سزا

تجویز کی جانی چاہئے جس کی ہیبت سے آئندہ مجرم کو اس جرم کی ہمت نہ ہو اور دوسروں کو بھی عبرت ہو۔

تعزیراتی سزائیں سخت سے سخت ہو سکتی ہیں اور ہلکی سے ہلکی بھی۔ مجرم کے حالات کے اعتبار سے ایک ہی جرم پر مختلف سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ عادی مجرم کو سخت سزا دی جائے گی اور جس شخص سے اتفاقاً جرم سرزد ہو گیا جرم کا عادی نہیں ہے اسے ہلکی سزا دی جائے گی۔ بعض حالات میں قاضی سرزنش پر اکتفا کر سکتا ہے کوئی جرم اگر سماج میں تیزی سے پھیل رہا ہے تو اس پر سخت سزا دی جائے گی اور جس جرم نے عمومی صورت اختیار نہیں کی بلکہ یکّا دُکّا لوگ ہی اس میں ملوث ہیں اس پر نسبتاً ہلکی سزا دی جائے گی۔

تعزیراتی جرائم کی فہرست کافی طویل ہے لیکن مختلف ممالک کے جرائم کے اعداد و شمار کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جرائم کے واقعات میں حدود و قصاص کے دائرہ میں آنے والے جرائم تقریباً ستر، اسی فیصد ہوتے ہیں اس لئے ان پر قابو پا لینے سے جرائم کی صورتحال کافی سدھر سکتی ہے۔ ذیل میں ہم حدود و قصاص کی فہرست میں آنے والے چند جرائم اور ان کی سزاؤں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات اور سماج پر اس کے اثرات کا اختصار سے تذکرہ کرتے ہیں۔

قصاص

اسلامی سزاؤں کا مقصد جرائم کو روکنا، انسان کے جسم و جان، مال و دولت، عزت و آبرو، عقل و نسل، دین و اخلاق کو تحفظ فراہم کرنا اور دنیا میں امن و اطمینان پیدا کرنا ہے زندگی کے تمام وسائل اور آسائشیں حاصل ہونے کے باوجود اگر انسان کی جان و جسم کو ہر آن خطرہ لاحق ہے، مال و دولت، عزت و آبرو کو تحفظ حاصل نہیں تو انسان کی زندگی امن و سکون سے محروم رہتی ہے۔

اسلام کا قانون قصاص انسان کے جسم و جان کو تحفظ فراہم کرتا ہے قصاص کے معنی برابری کے ہیں، کسی انسان کا دانستہ طور پر دوسرے انسان کی جان لینا، اسے قتل کرنا، اس کے کسی عضو کو کاٹنا، یا ماؤف کرنا، یا اسے زخمی کرنا سخت ترین گناہ ہے، ایسا کرنے پر آخرت میں سخت ترین عذاب کی دھمکی دی

گئی ہے، آخرت کی سزا کے علاوہ خود دنیا میں یہ سزا تجویز کی ہے کہ اس ظالم و مجرم نے اپنے بے قصور انسانی بھائی کے ساتھ جس قسم کی زیادتی کی ہے اس کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ کیا جائے گا، اگر اس نے دانستہ کسی کو قتل کیا ہے تو مقتول کے ورثاء کے مطالبہ پر قاتل کو بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، اسے زندگی کے حق سے محروم کر دیا جائے گا اور اگر اس نے دانستہ کسی کی آنکھ پھوڑی ہے، دانت توڑا ہے یا کوئی عضو کاٹا ہے تو اس مظلوم شخص کے مطالبہ پر اس ظالم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جائے گا، غرضیکہ انصاف اور برابری کے ساتھ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے گی۔

قرآن نے انسانی جان کو یہ غیر معمولی اہمیت دی ہے کہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا اور ایک انسان کی جان بچا لینے کو سارے انسانوں کو حیات نو بخشنے سے تعبیر کیا۔ ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان کرنے کے بعد قرآن فرماتا ہے۔

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً (سورہ مائدہ:۳۲)

''اسی باعث ہم نے بنی اسرائیل پر یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی کسی کو کسی جان (کے عوض) یا زمین پر فساد (کے عوض) کے بغیر مار ڈالے تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو مار ڈالا اور جس نے ایک کو بچا لیا تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو بچا لیا۔ (تفسیر ماجدی مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

دانستہ قتل پر قرآن نے جو وعید سنائی ہے ایسی سخت وعید کسی اور جرم اور گناہ پر نہیں سنائی گئی۔

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً (نساء:۹۳)

''اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار رکھے گا''۔ (تفسیر ماجدی مطبوعہ لاہور)

قتل ناحق کی سنگینی کو بیان کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لزوال الدنیا أھون عند اللہ من قتل إمرئ مسلم بغیر حقّ''(ترمذی،نسائی)

''دنیا کا ختم ہوجانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناحق ایک مرد مومن کے قتل سے زیادہ ہلکی چیز ہے''

اسلام کا قانون قصاص قتل کے جرائم روکنے میں انتہائی تیر بہ ہدف ہے، قتل کا ارادہ کرنے والے کو اگر معلوم ہو کہ اقدام قتل کرنے کے بعد میں خود اس کی پاداش میں قتل کردیا جاؤں گا اور زندگی کے حق سے محروم کردیا جاؤں گا تو اسے قتل کرنے کی ہمت نہ ہوگی اس طرح قتل کی ہزاروں واردات وجود میں آنے سے پہلے دم توڑ دیں گی، قاتلانہ عزائم سرد پڑجائیں گے۔

اگر کہیں شاذ ونادر دانستہ قتل کا واقعہ پیش آیا اور مقتول کے اہل خانہ کے مطالبہ پر جرم قتل عدالت میں ثابت ہونے کے بعد قاتل کو قصاص میں قتل کردیا گیا تو قتل کا بھیانک اژدہیں ختم ہوکر رہ جائے گا، قصاص جاری نہ ہونے کی صورت میں ایک قتل کے بطن سے قتل کی جو ہزاروں وارداتیں جنم لیتی ہیں اور ہزاروں گھر اجڑ جاتے ہیں، بے شمار کنبے کمانے والے افراد سے محروم ہوجاتے ہیں اس سے سماج محفوظ رہے گا۔

اسلام سے پہلے عربوں میں قتل کا ایک واقعہ پیش آنے کے بعد انتقامی جذبہ کے تحت قتل کا چکر چلتا تھا، مقتول کے خاندان اور قبیلہ کے لوگ موقع پانے پر قاتل ہی کو نہیں بلکہ اس کے قبیلہ کے بے گناہ لوگوں کو بھی قتل کر ڈالتے۔ ایک کے بدلہ میں دس بیس کو مارتے، اس کے بعد قاتل کے قبیلہ کی باری آتی یہ لوگ موقع کی تلاش میں رہتے اور مناسب موقع ملنے پر حریف قبیلہ کے جتنے افراد کو پاتے تہہ تیغ کردیتے اس طرح قتل کا یہ چکر پچاسوں سال تک چلتا رہتا ایک قتل کی کوکھ سے ہزاروں قتل کی واردات جنم لیتیں۔

اسلام نے انسانی خون کی ارزانی روکنے کے لئے اور جرائم قتل پر کنٹرول کرنے کے لئے قصاص کا قانون نافذ کیا۔ واقعہ قتل کے بعد مقتول کے اہل خاندان شدید غم وغصہ میں مبتلا ہوتے ہیں ان

کے دل ودماغ میں انتقامی جذبات کا سیلاب امڈ آتا ہے، جب عدالت قاتل کی گردن پکڑ کر اس کی حیات وموت کو مقتول کے اہل خانہ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتی ہے کہ اگر آپ لوگ چاہیں تو اسے قصاص میں قتل کردیا جائے اور اگر چاہیں تو معاف کردیں یا مال لے کر اس کی جاں بخشی کردیں تو مقتول کے اہل خاندان کے ہیجانی اور انتقامی جذبات قابو میں آجاتے ہیں۔ بسا اوقات وہ لوگ قاتل کی ذلت اور بے بسی دیکھ کر قاتل اور اس کے گھر والوں پر رحم کھا کر اس سے معاف کردیتے ہیں یا کافی مال لے کر قصاص ترک کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں تاکہ اس مال سے مقتول کے بچوں اور اس کے کنبہ کی کفالت ہوسکے اور کبھی قصاص ہی پر اصرار کرتے ہیں اور قاتل کو قصاص میں قتل کردیا جاتا ہے۔

قصاص جاری کرنا بظاہر ایک بھیانک مجرم کا قتل ہے لیکن درحقیقت ایک دانستہ قتل کے بطن سے جنم لینے والے ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا سدباب ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ جل شانہ نے فرمایا:

ولكم في القصاص حياة يا أولى الألباب لعلكم تتقون (بقرہ:۱۷۹)

''اور تمہارے لئے اے اہل فہم (قانون) قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔

دانستہ قتل کے مقدمہ میں اسلامی قانون نے لازم نہیں کردیا ہے کہ قاتل کو ضرور قتل کردیا جائے بلکہ قصاص کا معاملہ مقتول کے اولیاء پر چھوڑ دیا ہے چاہے وہ لوگ قصاص لیں یا مال لے کر معاف کردیں بلکہ شریعت نے معاف کردینے کی ترغیب دی ہے۔ مقتول کے اہل خانہ کے ہاتھ میں معاملہ کا اختیار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ایک انسان کا قتل ہونا اگرچہ پورے انسانی کنبہ کا نقصان ہے لیکن براہ راست نقصان اور سب سے زیادہ نقصان مقتول کے اہل خاندان اور کنبہ کا ہے قتل کا واقعہ ان کے وجود پر بجلی بن کے گرتا ہے کنبہ کے ایک معزز فرد سے محرومی ان کے لئے سوہان روح ثابت ہوتی ہے ان کے درد کا مداوا اور ان کے زخم کا مرہم یہی ہے کہ قاتل کی حیات وموت کا فیصلہ ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔

قصاص کے سلسلے کی چند اسلامی ہدایات یہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَى بِالْأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيْمٌ (بقرہ:۱۷۸)

''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے باب میں قصاص فرض کردیا گیا ہے، آزاد کے بدلہ میں آزاد اور غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت، ہاں جس کسی کو اس کے فریق مقابل کی طرف سے کچھ معافی حاصل ہوجائے، سو مطالبہ معقول (اور نرم) طریق پر کرنا چاہئے اور مطالبہ کو اس فریق کے پاس خوبی سے پہنچادینا چاہئے، یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے گا اس کے لئے آخرت میں عذاب دردناک ہے''۔ (ایضاً)

ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف في القتل إنه كان منصوراً (اسراء:۳۳)

''اور جو کوئی ناحق قتل کیا جائے گا سو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دے دیا ہے۔ سو (اسے چاہئے کہ) قتل کے باب میں حد سے آگے نہ بڑھے بیشک وہ شخص قابل طرفداری کے ہے۔ (ایضاً)

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (مائدہ:۴۵)

''اور ہم نے ان پر اس میں یہ فرض کردیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا ناک اور کان کا کان اور دانت کا دانت اور زخموں میں قصاص ہے، سو جو کوئی اسے معاف کردے تو وہ اس کی طرف سے کفارہ ہوجائے گا اور جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ تو ظالم ہیں''۔ (ایضاً)

دور حاضر میں دنیا کے اکثر ممالک میں مجرموں اور قاتلوں کے ساتھ ہمدردی کے نام پر قتل اور پھانسی کی سزا غیر دستوری قرار دے دی گئی ہے یا اس کا دائرہ انتہائی محدود کر دیا گیا ہے، بھیانک قتل کے مقدمات میں بھی قاتل کو قتل کی سزا نہیں دی جاتی، بہت سے بہت چند سال کے لئے قاتل کو قید با مشقت کی سزا دی جاتی ہے اس کا نتیجہ ہے کہ مقتول کے اہل خاندان کا احساس مظلومیت پوری شدت کے ساتھ باقی رہتا ہے اس کے انتقامی جذبات پورے شباب پر رہتے ہیں اور وہ لوگ موقع پاتے ہی قاتل یا اس کے اہل خاندان کو قتل کر کے انتقام کی آگ بجھاتے ہیں ایسے واقعات کثرت سے ہوتے ہیں کہ مقتول کے اہل خاندان تاک میں رہتے ہیں اور قاتل کو جیل سے رہائی ملتے ہی یا کورٹ میں موقع پا کر گولیوں سے بھون ڈالتے ہیں، قاتل کے ساتھ کتنے بے گناہوں کا بھی خون ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف مقتول کے اہل خاندان اگر اتنے دبنگ اور طاقتور نہ ہوئے کہ اپنے طور پر قاتل اور اس کے خاندان سے قتل ناحق کا انتقام لے لیں تو قاتل چند سال جیل میں گزارنے کے بعد خونخوار قاتل بن کر نکلتا ہے، جیل میں بھیانک مجرموں اور قاتلوں کی صحبت اس کی مجرمانہ ذہنیت کو مزید پروان چڑھاتی ہے، اس کے دل دماغ سے شرم وحیا اور خوف وہراس سب کچھ رخصت ہو جاتے ہیں جیل سے نکلنے کے بعد بھیانک جرائم اس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں، تمام شرفاء اس سے ڈرتے اور دبتے ہیں اس طرح سماج میں جرائم کی حد درجہ افزائش ہوتی ہے۔

یہ عجیب منطق ہے کہ مجرموں اور قاتلوں کے ساتھ شفقت ورحمت کا برتاؤ کیا جائے اور بے گناہ شہریوں کی جان، مال آبرو کو خطرے میں ڈالا جائے، قتل کے مقدمات میں قتل کی سزا جاری نہ کرنے کی وجہ سے قتل کے جرائم میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے، انسانی خون انتہائی ارزاں ہو گیا ہے، لوگ معمولی معمولی بات پر قتل کا اقدام کر ڈالتے ہیں، ایک صاحب کے بقول ہندوستان میں دو چیزیں انتہائی ارزاں ہیں، انسانی جان اور وقت، ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ دس بیس قاتلوں کو قتل کرنا زیادہ مناسب ہے یا ان پر رحم کر کے ہزاروں بے گناہوں کا خون کرنا اور ملک کا امن وامان تباہ کرنا۔

دانستہ قتل کے علاوہ قتل کی متعدد اور صورتیں بھی ہیں جن کے احکام تفصیل سے اسلام میں بیان کیئے گئے ہیں (مثلاً قتل شبہ عمد، قتل خطا، قتل بالسبب) قتل عمد (دانستہ قتل) کے علاوہ قتل کی دوسری تمام صورتوں میں قاتل کو قصاص میں قتل تو نہیں کیا جاتا لیکن اسلام میں انسانی جان کی جو اہمیت اور قیمت ہے اس کے پیش نظر مقتول کا خون رائیگاں قرار نہیں دیا جاتا ہے بلکہ بھاری مالی تاوان (دیت، خون بہا) مقتول کے ورثاء کو دلایا جاتا ہے تاکہ ان کا غم ہلکا ہو اور تاوان کی بھاری رقم سے مقتول کے کنبہ کی ریلیف ہو جائے۔ تاوان کی یہ رقم اکثر قاتل اور اس کے اہل خاندان سے دلوائی جاتی ہے اور اس کی ادائیگی اس طرح کرائی جاتی ہے کہ ادا کرنے والوں پر زیادہ بار نہ ہو اور قاتل کا پتہ نہ چلنے کی صورت میں بھی حکومت کا خزانہ (بیت المال) خون بہا کی رقم ادا کرتا ہے، اسلامی قانون کے اعتبار سے یہ بات ممکن نہیں کہ اسلامی مملکت کے کسی شہری کو دانستہ یا نادانستہ طور پر قتل کر دیا جائے اور اس کا خون رائیگاں جائے، نہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے نہ مقتول کے ورثاء کو خون بہا ملے۔

اسلام میں چوری کی سزا

انسانی زندگی کے لئے مال ایک بنیادی عنصر ہے، مال کے ذریعہ ہی جسم انسانی کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں، کھانے، پہننے اور رہائش کے لئے قدم قدم پر مال کی ضرورت پیش آتی ہے، مال انسانی زندگی کی شہ رگ ہے اس کے بغیر زندگی کی اکثر سرگرمیاں ٹھپ پڑ جاتی ہیں اسی لئے اسلام مال کو اللہ کی عظیم نعمت قرار دیتا ہے، انسانوں کو جائز طریقے پر مال کمانے کی ترغیب دیتا ہے، اسلام حکومت کو ہدایت کرتا ہے کہ شہریوں کے لئے روزگار کے جائز مواقع فراہم کرے اور اس راہ میں حائل دشواریوں کا ازالہ کرے۔

جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی ہوس بسا اوقات انسان کو غلط راہوں پر ڈال دیتی ہے، اسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ دوسروں کا مال ہڑپ کرے، چوری اور رہزنی کی واردات کرے، دوسرے انسانوں کی جان مال آبرو کو خطرے میں ڈال کر اور سماج کے مفادات کا گلا

گھونٹ کر اپنی دولت میں اضافہ کرے، انسانی مال کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے اسلام مال کمانے کے ناجائز اور ظالمانہ طریقوں پر سخت پابندی لگاتا ہے چوری اور راہزنی پر سخت ترین سزائیں دیتا ہے۔

انسان کے مال کو سب سے زیادہ عمومی خطرہ چوری سے لاحق ہوتا ہے، سماج میں چوری کی وبا پھیلنے کے بعد کسی کا مال محفوظ نہیں رہتا، انسان دن بھر محنت اور مشقت کرنے کے بعد رات بھر آرام کی نیند سو نہیں سکتا، دن بھر مال کمائے، رات بھر گھر کے اثاثے اور اپنی کمائی کی حفاظت کرے، چوری کی واردات سے سماج کا غریب اور متوسط طبقہ زیادہ متاثر ہوتا ہے جس کے پاس مضبوط قلعہ بند مکان نہیں ہوتا۔

چوری کے واقعات کا اگر سختی سے نوٹس نہیں لیا گیا اور ڈھیل دی جاتی رہی تو ڈاکہ زنی اور رہزنی کا دروازہ کھل جاتا ہے، چوروں کے جتھے تنظیم اور طاقت سے لیس ہو کر ملک کا امن وامان درہم برہم کر دیتے ہیں، مال کے علاوہ انسانوں کی جان اور آبرو بھی خطرہ میں پڑ جاتی ہے، مال حاصل کرنے کے لئے چوروں کے گروہ ہر طرح کی واردات کر گزرتے ہیں چوری کا یہ مرض بڑھتے بڑھتے مافیا گروہوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، مافیا گروہ پولیس اور حکومت سب کو حیران اور مفلوج کر دیتے ہیں، حکومت کے اندر اپنی الگ حکومت قائم کر لیتے ہیں جس تاجر سے جتنا چاہا مال وصول کیا، ان کا جبری ٹیکس دینے سے انکار کرنے پر انسان کو جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے، مافیا گروہ ہر طرح کے جرائم میں ملوث ہوتے ہیں لالچ دلا کر اور دھمکی دے کر انتظامیہ اور پولیس کو بھی اپنے دباؤ میں کر لیتے ہیں۔

اسلام چوری کی واردات کو صرف اس نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ ایک شخص کا مال نقصان ہوا بلکہ اس نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اسے نظر انداز کرنے میں لوگوں کے مال کا تحفظ ختم ہو جائے گا، ہر آدمی اپنے مال کے بارے میں بے اطمینانی کا شکار ہو جائے گا اور جرم کا یہ سوتا ہزاروں جرائم کو جنم دے گا، اس لئے اسلام چوری کی وارداتوں کو روکنے کے لئے انتہائی سخت سزا تجویز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزآء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم (مائدہ:۳۸)

''اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کرتوتوں کے عوض میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور عبرتناک سزا کے اور اللہ بڑی قوت والا ہے بڑی حکمت والا ہے''۔

چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کچھ خاص شرطوں اور تفصیلات کے ساتھ ہے جس کا تذکرہ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں ہے مثلاً مالیت کی ایک خاص مقدار مقرر ہے اس سے کم مالیت کے مال کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ اس مال کی چوری کسی محفوظ جگہ سے کی گئی ہو یا کوئی شخص اس کی حفاظت کر رہا ہو اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو تو ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی، مثلاً کوئی مال کھلی جگہ سے یا پبلک جگہ میں رکھا گیا اور کوئی شخص اس کی حفاظت نہیں کر رہا ہے اسی دوران اس کی چوری ہوگئی تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ حاکم کوئی دوسری ہلکی سزا دے گا۔

چوری کے واقعہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا دینے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ چوری کرنے والا ایسا شخص نہ ہو جس کی مالکِ مال کے گھر میں بے تکلف آمد و رفت ہے مثلاً اس کا گھریلو نوکر یا قریبی اعزہ، جن لوگوں کی گھر میں برابر آمد و رفت ہوتی رہتی ہے ان میں سے کسی کے چوری کرنے کی صورت میں ہاتھ کاٹنے کے بجائے کوئی دوسری سزا دی جائے گی۔

اسی طرح چوری کی واردات ثابت ہو جانے کے بعد ہاتھ کاٹنے کی سزا جاری کرنے سے پہلے قاضی کو تحقیق کر لینی چاہئے کہ کہیں اس شخص نے معاشی مفلوک الحالی اور مسلسل فقر و فاقہ سے تنگ آکر پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے تو مجبوراً چوری نہیں کی ہے، کیونکہ اس طرح کی صورت حال میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی، خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بعض چور پکڑ کر لائے گئے، اس وقت قحط سالی کا دور چل رہا تھا لوگوں کو کھانے پینے کے لئے غلہ اور راشن نہیں مل رہا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ محسوس کر کے چوروں کو چھوڑ دیا ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی کہ ان لوگوں نے فقر و فاقہ سے مجبور ہو کر چوری کی واردات کی ہے۔

چوری کے جرم پر عدالت سزا اس وقت دے گی جب مسروقہ مال کا مالک مقدمہ عدالت میں لے جائے گا اور مجرم کے اقرار سے یا دو سچے پکے گواہوں کی گواہی سے عدالت کی نگاہ میں چوری کا جرم ثابت ہو جائے گا، کیونکہ چوری کی وارداتوں کی پوری تحقیق اسی وقت ہو سکتی ہے جب مالکِ مال مقدمہ عدالت میں لے جائے اور مقدمہ میں پوری دلچسپی لے لیکن مالکِ مال کی طرف سے عدالت میں چوری کا دعویٰ پیش ہونے کے بعد جب دو گواہوں کی گواہی سے یا مجرم کے اقرار سے جرم ثابت ہو گیا تو اب مالکِ مال کے معاف کرنے سے سزا معاف نہیں ہوگی بلکہ تمام شرائط پورے ہونے پر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ چوری کا معاملہ اجالے میں آجانے کے بعد بھی اگر مالک مال کے معاف کرنے سے سزا معاف ہو جائے تو شاید سزا جاری ہونے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ چور کے لئے مالک مال کو اس کے نقصان کی تلافی کر کے بلکہ مزید کچھ دے کر معاف کر دینے پر آمادہ کر لینا مشکل نہ ہوگا، مالکِ مال کو بھی اس کی گریہ وزاری پر رحم آجائے گا کہ جب میرے نقصان کی مکمل تلافی ہو رہی ہے تو اس بے چارے کا ہاتھ کیوں کٹوایا جائے، اس طرح سزا جاری ہونے کی نوبت ہی نہیں آئے گی اس کے نتیجہ میں چوری کے واقعات بڑھیں گے لوگوں کے مال کا تحفظ ختم ہو جائے گا اور سماج میں بے اطمینانی پھیلے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبیلۂ قریش کی ایک خاتون چوری کے جرم میں پکڑی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں اس کا جرم ثابت ہو گیا، قبیلۂ قریش عرب کا سب سے معزز قبیلہ تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے، قبیلۂ قریش کو فکر ہوئی کہ اگر ہماری ایک خاتون کا ہاتھ چوری کے جرم میں کٹ گیا تو قبیلہ کی بڑی ذلت اور توہین ہوگی ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا اور ایک صحابی رسول حضرت اسامہ بن زیدؓ (جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت چاہتے تھے) کو اس معاملہ میں سفارشی بنا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، سفارش سنتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور آپ سے فرمایا تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے

برباد ہوئیں کہ جب ان میں کوئی معزز شخص جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، سزا جاری نہ کرتے اور اگر کوئی معمولی آدمی جرم کرتا تو سزا دیتے، خدا کی قسم! اگر خود میری چہیتی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا۔

سنگین جرائم کی جو سزائیں اسلام نے مقرر کی ہیں ان کا نفاذ یکساں طور پر ہر شخص پر ہوتا ہے کوئی شخص خواہ کتنا ہی بااثر ہو اور کتنے اہم عہدے پر فائز ہو ان جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد ان سزاؤں سے مستثنٰی نہیں ہے، اسلامی قانون کی یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی اور قانون میں نظر نہیں آتی ہے، دور حاضر کے تمام تعزیراتی قوانین میں کچھ اہم افراد کو ان قوانین کے نفاذ سے مستثنٰی رکھا گیا، اسلام کے قانون حدود میں ایسا کوئی استثناء نہیں ہے۔

چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا بعض لوگوں کو بہت سخت محسوس ہوتی ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جرم اور سزا میں کوئی تناسب معلوم نہیں ہوتا لیکن یہ احساس چوری کے جرم کو سطحی نظر سے دیکھنے اور سماج پر اس کے حد درجہ ضرر رساں اثرات کا احساس نہ کرنے کی بنا پر پیدا ہوتا ہے، چوری کی وارداتیں مال کے تحفظ کو ختم کرتی ہیں پورے معاشرے کو بے اطمینانی میں ڈالتی ہیں، ڈاکہ زنی، رہزنی اور مافیا گروہوں کی سرگرمیوں کا دروازہ کھولتی ہیں اگر ہاتھ کاٹنے جیسی سنگین سزا دے کر چوری کے واقعات پر کنٹرول نہ کیا گیا تو پورے ملک کا امن وسکون درہم برہم ہو جاتا ہے، سماج میں جرائم کا سیلاب امڈ آتا ہے چور کو اگر معلوم ہو کہ چوری کی پاداش میں میرا ہاتھ کٹ جائے گا تو چوری کرنے سے پہلے وہ ہزار بار سوچے گا اور ہوش وخرد کی حالت میں چوری کی واردات کی ہمت نہیں کرے گا اس طرح چوری کے ۹۹ر فیصد جرائم خود بخود رک جائیں گے اور شاذ و نادر ہی کسی چور کا ہاتھ کاٹنے کی نوبت آئے گی۔

دور حاضر میں اس کا ایک واضح ثبوت سعودیہ عربیہ کی صورت حال ہے، سعودیوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے حجاز میں اسلامی سزائیں نافذ نہیں تھیں اس وقت صورت حال یہ تھی کہ دنیا بھر سے حج پر جانے والے لوگ چوروں اور رہزنوں کا نشانہ بنتے تھے، اسی لئے حکومت کو حاجیوں کے قافلوں کے ساتھ اچھا خاصہ

حفاظتی دستہ بھیجنا پڑتا تھا، ورنہ عرب قبائل کے بدو حاجیوں کے قافلوں پر حملہ کرکے ان کا سارا مال لوٹ لیتے، بعض حاجیوں کو قتل یا زخمی بھی کردیتے، غرضیکہ حجاز کا امن وامان درہم برہم تھا، نہ جان محفوظ تھی نہ مال، شاہ عبدالعزیز بن سعود نے جزیرۃ العرب میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد اسلامی سزاؤں کا اعلان اور نفاذ کیا تو اچانک صورت حال بالکل تبدیل ہوگئی، پورے ملک میں امن وامان قائم ہوگیا، جان اور مال محفوظ ہوگئے، چوری اور رہزنی کی وارداتیں منظر سے غائب ہوگئیں، آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ شاہ عبدالعزیز بن سعود کے چوبیس سالہ (۱۹۲۹ء تا ۱۹۵۳ء) دور سلطنت میں صرف سولہ ہاتھ کٹے یعنی سال میں ایک ہاتھ کا اوسط بھی نہیں آیا، اس گئے گزرے زمانے میں بھی سعودیہ عربیہ میں قتل کے واقعات شاذونادر ہی پیش آتے ہیں چوری کے واقعات بھی بہت کم سننے میں آتے ہیں، سونے اور زیورات کی دکانوں پر بھی نگرانی اور سیکورٹی کا اتنا بندوبست نہیں ہوتا جتنا بندوبست ہمارے یہاں جنرل مرچنٹ کی دوکانوں پر ہوتا ہے یہ امن وامان اور تحفظ اسلامی سزاؤں کے نافذ ہونے کا ثمرہ ہے۔

رہزنی کی سزا

چوروں کے گروہ منظم اور مسلح ہوکر رہزنی کرتے ہیں، ڈکیتی کی وارداتیں کرتے ہیں، رہزنی میں انسان کی جان، مال، آبرو سب کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، ملک کا امن وامان ختم ہوجاتا ہے، راستے مامون نہیں رہتے اس لئے مذہب اسلام جو چوری پر سخت ترین سزا دیتا ہے رہزنی کو کیسے نظر انداز کرسکتا تھا، قرآن نے رہزنی کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ قرار دیا ہے رہزنی کی واردات میں کبھی انسانی جان ومال دونوں کا نقصان ہوتا ہے کبھی صرف مال کا نقصان ہوتا ہے کبھی صرف انسانی جان کا نقصان ہوتا ہے، کبھی جان ومال دونوں محفوظ رہ جاتے ہیں لیکن رہزنی کا اتنا اثر ضرور ہوتا ہے کہ لوگوں میں خوف وہراس پیدا ہوجاتا ہے رہزنی کے مختلف مراحل اور حالات کے اعتبار سے اس کی متعدد سزائیں قرآن کی درج ذیل آیت میں بیان کی گئی ہیں۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُوا أَوْ

يُصَلَّبُوٓا أَوۡ تُقَطَّعَ أَيۡدِيهِمۡ وَأَرۡجُلُهُم مِّنۡ خِلَافٍ أَوۡ يُنفَوۡا مِنَ الۡأَرۡضِ ذَٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡيٌ فِي الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِي الۡآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ(33) (المائدہ:۳۳)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا بس یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں یہ تو ان کی رسوائی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے''۔

شراب نوشی کی سزا:

اب یہ بات بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ شراب انسانی صحت اور انسانی سماج کے لئے زہر قاتل ہے، میڈیکل سائنس کی تحقیقات نے شراب نوشی اور دوسری منشیات کے استعمال کی ہولنا کی کو دو دو چار کی طرح واضح کر دیا ہے عقل ہی انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز بناتی ہے، انسان حق و باطل نفع و ضرر کا فیصلہ عقل ہی کی طاقت سے کرتا ہے، شراب نوشی عقل کی نعمت انسان سے چھین لیتی ہے اور اسے جانوروں کی صف میں کھڑا کر دیتی ہے، نشہ کی حالت میں انسان نیک اور بد کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور برائی اور جرم میں مبتلا ہو جاتا ہے مختلف ممالک کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ پچاس ساٹھ فیصدی سے زیادہ سنگین جرائم اور حوادث شراب نوشی کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

بلاشبہ شراب سے کچھ وقتی سرور اور نشاط حاصل ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے لئے جسم میں قوت محسوس ہونے لگتی ہے لیکن یہ معمولی فائدہ ان ہولناک اور عظیم نقصانات سے کوئی نسبت نہیں رکھتا ہے جو شراب نوشی کے نتیجہ میں افراد اور سماج کو پیش آتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے وہ شراب جیسے زہر ہلاہل کی اجازت کیسے دے سکتا تھا لیکن اہل عرب چونکہ شراب کے رسیا تھے شراب نوشی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اس لئے اسلام نے یکبارگی شراب کی حرمت کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس کے لئے ذہن سازی کی اس کے نقصانات مسلمانوں کے دل و دماغ میں

ذہن نشیں کرائے اور جب فضا تیار ہوگئی تب شراب کی قطعی حرمت اوراس پر مکمل پابندی کا اعلان کیا۔

شراب کے بارے میں قرآن پاک میں پہلی آیت یہ نازل ہوئی:

یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (بقرہ:۲۱۹)

"(لوگ) آپ سے شراب اور قمار کی بابت دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اوران کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے"۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت سے مسلمانوں نے یہ سوچ کر شراب چھوڑ دی کہ جس چیز کا نقصان اس کے فائدہ سے کہیں زیادہ ہواس کا استعمال کیوں کیا جائے، کچھ عرصہ کے بعد دوسری آیت اتری جس میں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (النساء:۴۳)

"اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جو کچھ (منہ) سے کہتے ہوا سے سمجھنے لگو۔

اس حکم کے آنے کے بعد بہت سے اور لوگوں نے شراب چھوڑ دی کہ ایسی منحوس چیز کیوں استعمال کریں جس کا اثر باقی رہنے تک آدمی نماز جیسی نعمت سے محروم رہتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز نہیں ہوسکتا، جب شراب پر پابندی کے لئے ماحول تیار ہوگیا اس کے نقصانات لوگوں کے دل ودماغ میں بیٹھ گئے اور بہت بڑی تعداد نے شراب نوشی چھوڑ دی تو شراب کے حرام ہونے اور اس پر مکمل پابندی کا حکم آیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ (المائدہ:۹۰۔۹۱)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے تو بہت گندی باتیں ہیں شیطان کے کام، سو اس سے بچے رہو تا کہ فلاح پاؤ، شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، سو اب بھی تم باز آؤ گے''۔

تدریجی طور پر ذہن بنا کے شراب کو حرام قرار دینے کا یہ اثر ہوا کہ شراب بندی پر مکمل عمل ہو گیا شراب حرام ہونے کے بعد مدینہ کی گلیوں اور راستوں میں اس قدر شراب بہائی گئی کہ بہت دنوں تک جب بارش ہوتی تو مٹی اور پانی میں اس کا اثر ظاہر ہوتا اس مکمل عمل آوری میں اس بات کا بھی بہت دخل ہے کہ اسلامی قانون انسانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا ہے اس لئے اس قانون کو اس کے ماننے والوں کے دلوں میں آخری درجہ کی عظمت اور تقدس حاصل ہے مسلمان محض قانون کے ڈر سے شراب نہیں چھوڑتے بلکہ اللہ جل شانہ کی ناراضگی اور آخرت کی سزا کے خوف سے شراب نوشی اور دوسرے گناہوں اور جرائم سے دور رہتے ہیں، شراب نوشی کی مذمت اور اس کے اخروی عذاب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین بہت سخت ہیں، کہیں فرمایا گیا کہ ایک بار شراب پینے سے چالیس روز کی نمازیں اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوتیں، کہیں کہا گیا ہے کہ شراب کا عادی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

شراب نوشی کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے اسلام نے شراب نوشی پر اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا رکھی ہے کیوں کہ شراب نوشی خود جرم ہونے کے ساتھ بے شمار سنگین جرائم کا سر چشمہ ہے، شراب نوشی پر کنٹرول ہونے سے آدھے سے زیادہ جرائم خود بخود رک جائیں گے لیکن اماا بو حنیفہؒ کے نزدیک شراب نوشی کی سزا اسی وقت جاری ہوگی جب تازہ تازہ معاملہ عدالت پہنچ جائے، ابھی شراب پینے والے کے منہ سے شراب کی بو محسوس ہو رہی ہے اسی دوران اسے حاضر عدالت کر کے دو عادل گواہ پیش کر دیئے جائیں یا مجرم خود شراب نوشی کا اعتراف کرے، اگر عدالت میں معاملہ اس وقت لایا گیا جب شراب کا اثر اور بو ختم ہو چکی ہے تو اسی (۸۰) کوڑے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

انسانی تاریخ میں شراب پر مکمل پابندی شاید تاریخ اسلام ہی میں عائد ہو سکی، دور حاضر میں امریکہ نے اپنے ملک میں شراب نوشی کو ختم کرنا چاہا اور اپنے تمام وسائل اس مہم پر لگا دیئے لیکن اسے

ناکامی ہوئی، بالآخر ہار مان کر شراب نوشی کی قانونی اجازت دے دی گئی، اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ امریکہ نے چودہ سال تک شراب نوشی کے خلاف مہم چلائی اور پروپیگنڈہ مہم پر ساٹھ ملین ڈالر سے زیادہ رقم صرف کی، اس موضوع پر جو لٹریچر چھاپا اس کے صفحات ایک کروڑ سے زیادہ تھے، شراب پر پابندی کے قانون نافذ کرنے میں ڈھائی سو ملین پونڈ خرچ کئے، دو سو آدمیوں کو پھانسی دی گئی (۵۳۲۳۳۵) افراد کو قید کیا گیا، اس سب کے باوجود شراب نوشی نہ رک سکی، بالآخر امریکہ نے شراب پر سے پابندی اٹھالی۔

ہندوستان کے رہنما اصولوں میں شراب پر پابندی کی دفعہ بھی شامل ہے لیکن ملک کی آزادی پر ۶۸ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور ابھی تک اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی، اس کے برخلاف شراب کے کاروبار کو ہمیشہ حکومت کی سرپرستی حاصل رہی اس طرح شراب نوشی کا ناسور پھیلتا اور پنپتا رہا، اگر کبھی شراب نوشی کے خلاف آواز اٹھتی ہے، پابندی کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ شراب پر پابندی لگانے سے ملک کا بہت بڑا خسارہ ہو جائے گا، شراب کی صنعت اور سپلائی سے حاصل ہونے والی غیر معمولی آمدنی رک جائے گی۔

اس عذر کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت صرف تجارتی نقطۂ نظر سے مسائل پر غور کرتی ہے جس کام سے حکومت کو مالی منفعت ہے اس کی اجازت دے گی خواہ سماج پر اس کے کتنے ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہوں، اور میرے خیال میں شراب کے کاروبار سے حکومت کو مالی منفعت حاصل ہونے کی بات بھی ایک افسانہ ہے حکومت صرف یہ حساب لگا رہی ہے کہ اس کے کاروبار سے اسے کتنا ٹیکس حاصل ہو رہا ہے، اس پہلو پر غور نہیں کر رہی ہے کہ شراب نوشی کے نتیجہ میں جرائم اور حوادث کس قدر بڑھ رہے ہیں اور ان کی وجہ سے ملک اور حکومت کا کس قدر نقصان ہو رہا ہے، ملک کی کتنی بہترین صلاحیتیں اور کتنی بے پناہ دولت شراب کے پیچھے برباد ہو رہی ہے تمام پہلوؤں سے شراب نوشی کے مسئلہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کے کاروبار سے حکومت کو حاصل ہونے والی آمدنی ان مالی اور اخلاقی نقصانات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے جو شراب سازی اور شراب نوشی کی اجازت اور حوصلہ افزائی سے افراد اور معاشرہ پر مرتب ہو رہے ہیں۔

اسلام میں زنا کی سزا

اسلام نے جن جرائم پر سخت ترین سزائیں مقرر کی ہیں ان میں زنا سر فہرست ہے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں جنسی خواہش رکھی ہے اس جنسی خواہش کا کرشمہ ہے کہ یہ دنیا ہزاروں سال سے آباد ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اس کی جگہ لے لیتی ہے، دن بہ دن انسانی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے، اسلام انسان کی فطری خواہشوں کو فنا کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ انہیں پورا کرنے کے جائز مواقع فراہم کرتا ہے، اسی لئے اسلام نے نوجوانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اور نکاح کو عبادت اور انبیاء کی سنت قرار دیا ہے، نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک مقدس معاہدہ ہے، دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی کے آخری لمحے تک زندگی گزارنے، ایک دوسرے کی جنسی خواہش پورا کرنے اور کارگاہ حیات میں ایک دوسرے کے مونس و غمخوار بننے کا عہد کرتے ہیں۔

دنیا کے تمام آسمانی مذاہب اور مہذب اقوام میں مرد اور عورت کا جنسی تعلق اسی وقت جائز اور قابل قبول مانا جاتا تھا، جب دونوں نکاح کے بندھن میں بندھ چکے ہوں، دونوں نے وقتی طور پر جنسی لذت لینے کے لئے کوئی معاملہ نہ کیا ہو بلکہ مستقل طور پر رشتۂ نکاح قائم کیا ہو، نکاح کے بندھن میں بندھے بغیر کسی مرد اور عورت کا جنسی تعلق قائم کرنا زنا اور بدکاری ہے جسے تمام مذاہب اور تہذیبوں میں بدترین گناہ اور سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔

دور حاضر کی لذت کوشی اور اباحیت پسندی نے زنا اور بدکاری کے "جرم" ہونے کا تصور ہی ختم کر دیا ہے، اکثر ممالک کے قوانین میں آپس کی رضامندی سے ہونے والے زنا کو جرم ہی قرار نہیں دیا جاتا، خصوصاً جب کہ مرد اور عورت دونوں غیر شادی شدہ ہوں، اکثر ممالک کے قوانین کے اعتبار سے زنا اسی وقت جرم قرار پاتا ہے جب اس میں جبر و اکراہ کا عنصر شامل ہو جائے، کسی عورت کی مرضی کے بغیر زبردستی اس سے جنسی خواہش پوری کی جائے، مغربی تہذیب سے مرعوب ذہن یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ جب آپس کی رضامندی سے مرد اور عورت اپنی جنسی خواہش پوری کر رہے ہیں تو اسے پھر "جرم" کیسے قرار دیا جائے۔

ہمیں زنا کے مسئلہ پر اس طرح غور کرنا چاہئے کہ بہت سے کام آپس کی رضامندی سے کئے جانے کے باوجود اس لئے جرم قرار پاتے ہیں کہ سماج پر ان کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں یا ان سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے یا خود کرنے والوں کے حق میں وہ کام نتائج کے اعتبار سے انتہائی مضر ہوتے ہیں، زنا کے ذریعہ جنسی خواہش پورا کرنے والا دراصل اپنے عمل کی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا چاہتا ہے، نکاح کے بعد جنسی خواہش پورا کرنے کی صورت میں اسے بیوی اور بچوں کے اخراجات اٹھانے پڑتے، اس کی کمائی میں اس کی فیملی کا بھی حصہ ہوتا، زنا اور بدکاری کا راستہ اپنا کر اس نے اپنی ذمہ داریوں سے گردن چھڑالی اور اپنی ذمہ داریاں دوسروں کے سر ڈال دیں، اگر اس کے جنسی تعلق قائم کرنے سے عورت کو حمل ٹھہرا تو اس مصیبت کو تنہا عورت جھیلے اور اگر جھیلنے کی ہمت نہ کر سکے تو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اسقاط حمل کرائے اور ننھی منی معصوم انسانی جان کو بے دردی کے ساتھ ملک عدم روانہ کر دے، زنا کے ذریعہ حمل ٹھہرنے کے بعد جو عورتیں اسقاط حمل نہیں کرا پاتیں اور ان کے یہاں بچوں کی پیدائش ہو جاتی ہے وہ دوہری مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہیں، مرد کے سہارے کے بغیر تنہا عورت کے لئے اولاد کی پرورش اور تربیت کوئی آسان کام نہیں ہے خصوصاً جب کہ مالی ذمہ داری بھی عورت ہی کے ذمہ ہو، اس لئے جن ممالک میں زنا کی وبا عام ہو چکی ہے ان میں لاوارث بچوں کی تعداد بے تحاشا بڑھ رہی ہے، عام طور سے یہ وہی بچے ہوتے ہیں جو ناجائز تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کی مائیں ان کی پرورش اور کفالت کے بوجھ سے بچنے کے لئے انہیں غیر آباد اور سنسان مقامات پر یا عوامی جگہوں میں چھوڑ جاتی ہیں ان میں سے بہت سے بچے بروقت مدد نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں اور بہت سے بچے ان اداروں میں پہونچا دیئے جاتے ہیں جو لاوارث بچوں کی پرورش اور تربیت کے لئے حکومت یا عوام قائم کرتے ہیں اس طرح سماج کے کندھوں پر بے شمار لاوارث بچوں کا بوجھ پڑ جاتا ہے اور ملک کی آمدنی کا خاصا حصہ ان بچوں کی پرورش اور کفالت میں خرچ ہو جاتا ہے۔

یہ بچے حکومت اور سماج پر صرف معاشی لحاظ سے بوجھ نہیں بنتے بلکہ ماں باپ کی محبت اور تربیت سے محروم رہنے کی وجہ سے ان کی نشو ونما صحیح طریقہ پر نہیں ہو پاتی، مختلف قسم کے جسمانی اور

نفسیاتی امراض واعذار کا شکار ہو جاتے ہیں، صحیح تعلیم وتربیت سے محروم رہنے کی وجہ سے ان میں مجرمانہ رجحانات پروان چڑھتے ہیں اور آسانی کے ساتھ جرائم پیشہ گروہوں کا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

زنا کی وبا پھیلنے سے سب سے زیادہ حق تلفی ان بچوں کی ہوتی ہے جو زنا سے پیدا ہوتے ہیں، ایسے بچے باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا سے محروم ہو جاتے ہیں، قانون کے نزدیک کسی کی اولاد قرار نہ پانے کی وجہ سے بہت سے ان حقوق سے محروم رہ جاتے ہیں جن سے دوسرے بچے بہرہ ور ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی مربی ہوتا ہے نہ کفیل، بچپن ہی سے ان پر ذمہ داریوں کا ناقابل برداشت بوجھ آجاتا ہے، زنا کے پھیلنے سے نسل اور نسب کی حفاظت نہیں ہو پاتی، نسب خلط ملط ہو جاتے ہیں۔

زنا اور بدکاری کے پھیلنے سے بچوں کے بعد سب سے زیادہ نقصان سماج کا ہوتا ہے جیسا کہ اس کی وضاحت کی گئی، زنا کی عادت پڑنے سے انسان کی آنکھ کا پانی مرجاتا ہے، شرم وحیا اٹھ جاتی ہے، پھر انسان کو کسی برائی اور جرم میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی، زنا کی کوکھ سے بے شمار خوفناک بیماریاں جنم لیتی ہیں جیسا کہ میڈیکل سائنس کی تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے، ایڈز جیسے کتنے خوفناک امراض زنا کے سوتے سے پھوٹتے ہیں اور انسانیت کو تباہی کے دہانے پر پہونچا دیتے ہیں۔

زنا کی انہیں بے شمار خرابیوں اور نقصانات کی وجہ سے اسلامی شریعت اسے سخت ترین جرم اور گناہ قرار دیتی ہے اور ہر ممکن طریقہ سے زنا کا سد باب کرنا چاہتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تقربوا الزنیٰ إنه كان فاحشة وساء سبيلا (الاسراء: ۳۲)

"اور زنا کے پاس بھی مت جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی ہے اور بری راہ ہے"۔

اسلام کی بیعت لیتے وقت جن برائیوں کو ترک کرنے کا عہد کرایا جاتا تھا ان میں زنا بھی شامل تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الممتحنۃ: ۱۲)

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی بات لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گڑھ لیں اور مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرلیا کیجئے، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے''۔

اللہ کے نیک بندوں کی جو صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک اہم صفت زنا کا ارتکاب نہ کرنا ہے، ذیل کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سماج میں کیسے افراد پیدا کرنا چاہتا ہے اور کن کاموں اور صفات کو پسند یا ناپسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِيْنَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً، وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَقِيَاماً، وَالَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً، إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاماً، وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً، وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَاماً، يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً، إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً (الفرقان: ۶۳ تا ۷۰)

''اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر (سلام) اور جو راتوں کو اپنے پرورگار کے سامنے سجدہ وقیام میں لگے رہتے ہیں اور وہ دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیو کہ بیشک اس کا عذاب تباہی ہے اور بیشک وہ (جہنم) برا ٹھکانا ہے اور برا مقام ہے اور وہ لوگ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان (ان کا خرچ) اعتدال پر رہتا اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس انسان کی جان کو اللہ نے محفوظ

قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا، قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا جائے گا وہ اس مین ہمیشہ ذلیل ہو کر پڑا رہے گا مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے سو ایسے لوگوں کو اللہ ان کی بدیوں کی جگہ نیکیاں عنایت کرے گا اور اللہ تو ہے ہی بڑا مغفرت والا بڑی رحمت والا"۔ (ایضاً)

اسلام کا یہ عقیدہ وتصور جرائم کے روکنے میں بڑا معاون ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اچھے برے اعمال لکھے جا رہے ہیں، انسان جو اچھے برے کام سناٹے اور رات دن کی تنہائیوں میں بھی کرتا ہے ان کا اندراج بھی اس کے نامۂ اعمال میں کیا جاتا ہے، اس دنیا کے بعد کی زندگی (آخرت) میں جو ہمیشہ باقی رہے گی کبھی ختم نہ ہوگی، دنیا میں کئے ہوئے اس کے اچھے برے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا، گناہ اور جرم کرکے اگر وہ قانون کی زد میں آنے سے بچ بھی گیا تو بھی آخرت میں اللہ کی عدالت میں اسے اپنے جرائم کی سخت ترین سزا بھگتنی پڑے گی، آخرت کا عقیدہ وتصور اسلامی قانون کو ایسی زبردست قوت عطا کرتا ہے جو کسی اور قانون کو حاصل نہیں، اس قوت کے بدولت اسلام کی تعلیمات اور سزائیں جرائم کو روکنے میں بہت موثر اور کامیاب ہوتی ہیں۔

سماج اور افراد پر زنا کے تباہ کن اثرات کی وجہ سے اسلام نے زنا پر انتہائی سخت سزا مقرر کی ہے، انسان جب شادی شدہ ہو اور جنسی خواہش کے پورا کرنے کی جائز شکل موجود ہو تو اس کا زنا میں ملوث ہونا اور زیادہ سنگین جرم ہے، زنا کی سزا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور):۲)

"زنا کار عورت اور زنا کار مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک کے سو ۱۰۰ / سو ۱۰۰ / درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آپائے، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے" (ایضاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا پر سو ۱۰۰ / کوڑے

لگانے کی سزا اس وقت ہے جب انسان غیر شادی شدہ ہو شادی شدہ ہو جانے کے بعد عاقل بالغ شخص کا زنا میں ملوث ہونا اور زیادہ سنگین جرم قرار پاتا ہے، اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے اس وقت تک پتھر مارے جائیں جب تک کہ وہ شخص مر نہ جائے۔

زنا کی یہ سزا پہلی نظر میں بہت سخت محسوس ہوتی ہے لیکن اسلامی قانون کی تفصیلات سے واقف ہونے کے بعد اس سزا کی معقولیت بالکل واضح ہوجاتی ہے اس سلسلے میں چند نکات ذہن میں رہنے چاہئیں۔

(۱) اسلام زنا کی برائی ہر انسان کے ذہن میں بٹھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس عمل سے لوگوں کو پیشاب پاخانہ سے زیادہ گھن پیدا ہوجائے، اس جرم پر آخرت میں سخت ترین عذاب اور دنیا میں سخت ترین سزا سناتا ہے تاکہ لوگ اس جرم کے قریب آنے کی ہمت نہ کریں، طبعی نفرت اور خدا کا خوف اس جرم سے روک دے۔

(۲) اسلام نکاح کی ترغیب دیتا ہے نکاح کو آسان اور سادہ بناتا ہے تاکہ انسان کی جنسی خواہش جائز طریقے پر پوری ہو، اسی کے ساتھ ساتھ ان چیزوں پر پابندی عائد کرتا ہے جو جنسی جذبات میں ہیجان پیدا کرتی ہیں اور سماج کو زنا اور بدکاری کی طرف لے جاتی ہیں، اسلام اجنبی مرد اور عورت کا بے محابا اختلاط پسند نہیں کرتا، عریاں تصویروں اور نمائش حسن پر پابندی عائد کرتا ہے، نگاہ اور دل کی عفت اور پاکیزگی کا حکم دیتا ہے، غرضیکہ وہ پاکیزہ صاف ستھرا، جنسی انحراف اور ہیجان انگیزیوں سے پاک سماج کی تشکیل کرنا چاہتا ہے تاکہ بدکاری اور زنا کے امکانات انتہائی محدود رہ جائیں۔

(۳) زنا کا عمل خصوصاً جب کہ مرد اور عورت دونوں کی رضامندی سے ہو حد درجہ تنہائی میں انتہائی رازداری کے ساتھ انجام پاتا ہے، دوسروں کی نگاہ عام طور پر ایسے واقعات پر پڑتی ہی نہیں کہ وہ عدالت میں اس کے خلاف گواہی دیں، نفس اور شیطان کے بہکاوے سے اگر کسی سے زنا کا گناہ ہوگیا اور کسی کی اس پر نگاہ پڑ گئی تو اسلام کی ہدایت ہے دونوں اس گناہ کو پردۂ راز میں رکھیں، زنا کا مجرم اللہ سے اپنے گناہ پر نادم ہو توبہ واستغفار کرے، آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عہد کرے اور دیکھنے والا شخص بھی پردہ داری سے کام لے

معاملہ عدالت میں نہ لے جائے اس واقعہ کا لوگوں سے تذکرہ نہ کرے بلکہ مجرم کو سمجھا بجھا کر نصیحت کر کے چھوڑ دے اس طرح امید ہے کہ مجرم اس جرم کا اعادہ نہیں کرے گا اور لوگوں میں اس برائی کا چرچا نہیں ہوگا۔

(۴) عدالت میں زنا کا جرم ثابت کرنے کے لئے اسلام نے گواہی کا معیار سخت کر رکھا ہے عام طور پر دوسرے مقدمات میں دو عادل آدمیوں کی گواہی کافی سمجھی جاتی ہے لیکن زنا کا جرم ثابت ہونے کے لئے کم از کم چار عادل آدمیوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی جنہوں نے اپنی آنکھوں سے جماع اور زنا کا عمل دیکھا ہو محض اتنا دیکھنا کافی نہیں ہے کہ اجنبی مرد اور عورت بوس و کنار کر رہے ہیں یا ایک ساتھ بے تکلفی سے لیٹے ہوئے ہیں ظاہر ہے کہ عمل زنا کے چار عینی گواہ اسی وقت فراہم ہو سکتے ہیں جب زنا کرنے والا شخص شرم وحیا کی تمام سرحدوں کو پھلانگ کر برسر عام پبلک جگہوں پر زنا کی واردات کرنے لگا ہو، یا کسی مرد وعورت کے ناجائز تعلق کا شہرہ ہو چکا ہو اور لوگوں نے گھات لگا کر دونوں کو اس حال میں پکڑا ہو۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کی ڈھٹائی اور بے حیائی اس درجہ کو پہونچ چکی ہے کہ وہ برسر عام جنسی خواہش پوری کرتا ہے جنسی خواہش پورا کرنے میں جانوروں کی طرح مقام اور جگہ کی تمیز نہیں کرتا وہ صرف انفرادی جرم نہیں کر رہا ہے بلکہ پورے سماج کو بے حیائی اور اباحیت کے دلدل میں پھنسانا چاہتا ہے ایسے لوگوں کو جو بھی سزا دی جائے وہ کم ہے ایسے بدکار اور بے حیا لوگ انسانی سماج کا ناسور اور جسم انسانی کا سڑا ہوا عضو ہیں سماج کو تعفن سے بچانے کے لئے انہیں جسم سماج سے کاٹ کر الگ کر دینا ضروری ہے۔

عدالت میں جرم زنا کا ثبوت کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا کہ عدالت میں گواہوں کے ذریعہ جرم زنا کا ثبوت ہوا ہو اور اس کی بنا پر زنا کی سزا جاری کی گئی ہو، زنا کی سزا جاری کرنے کے جو بھی واقعات عہد نبوی میں پیش آئے ان کی نوعیت یہ ہوئی کہ زنا کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کو اپنے گناہ اور جرم کا شدید احساس ہوا اس نے آخرت کی پکڑ سے بچنے کے لئے ایک ہی بار نہیں بلکہ چار بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے جرم زنا کا اعتراف کیا اور اصرار کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سزا جاری کر کے مجھے گناہ سے پاک فرما دیجئے اس کے اقرار اور اصرار کی بنا پر زنا کی سزا جاری کی گئی۔

(۵) اگر اقرار کی بنا پر کسی شخص کی زنا کی سزا جاری کرنے کا فیصلہ ہوا اور سزا جاری ہونے سے پہلے یا سزا جاری ہونے کے دوران اس شخص نے اپنے اقرار سے رجوع کرلیا یا بھاگنے لگا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، اس پر سزا نافذ یا مکمل نہیں کی جائے گی۔

(۶) یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہئے کہ کسی کے خلاف زنا کا مقدمہ اسلامی عدالت میں لے جانا کوئی آسان کام نہیں ہے اگر زنا پر چار عادل عینی گواہ پیش نہیں کیے جا سکے یا ان کی تعداد چار سے کم رہی تو زنا کا الزام عائد کرنے والے اور گواہی دینے والوں کو بہ طور سزا اسّی اسّی کوڑے لگائے جائیں گے، اسلام کے نزدیک انسان کی عزت اور نیک نامی اس کا عزیز ترین سرمایہ ہے اور کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام عائد کرنا بدترین گناہ ہے اس لئے اس کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص دوسرے کی آبرو سے کھلواڑ کرنے کی ہمت نہ کرے، اسّی کوڑے لگانے کے علاوہ ایسے مجرم کو ایک اخلاقی اور سماجی سزا یہ دی جاتی ہے کہ عدالت اس کے بارے میں ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ کردیتی ہے کہ اس شخص کی گواہی کسی عدالت میں قبول نہیں کی جائے گی، بہتان تراشی کی اس سزا کو حد قذف کہا جاتا ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور:۴)

"اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسّی دُرّے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی گواہ نہ قبول کرو یہی لوگ تو فاسق ہیں (تفسیر ماجدی)

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (النور:۲۳)

"جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان بیویوں کو جو پاکدامن ہیں بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے سخت عذاب رکھا ہوا ہے"۔ (ایضاً)

اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جرائم کے سیلاب کو روکنے کے لئے تعزیراتی قوانین اور عدالتی نظام پر نظر ثانی کی جائے، جرائم کی سزائیں سخت کی جائیں اور ان کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے، قوانین اور عدالتی نظام کے ان چور دروازوں کو بند کیا جائے جن سے جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

مصنف ایک نظر میں

نام: عتیق احمد بن محمد رفیق مرحوم

سن پیدائش: ۱۹۵۴ء

ابتدائی تعلیم: مدرسہ نورالعلوم بہرائچ

فضیلت وافتاء: دارالعلوم دیوبند (۱۳۹۳ھ-۱۳۹۴/۱۹۷۳ء،۱۹۷۴ء)

موجودہ مشغولیت: استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (از ۱۹۸۰ء)

چند عہدے اور ذمہ داریاں:

(۱) صدر وبانی معہد الشریعۃ لکھنؤ

(۲) سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

(۳) رکن اساسی ورکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

(۴) رکن اساسی آل انڈیا ملی کونسل

(۵) رکن اساسی المعہد العالی الاسلامی پھلواری شریف پٹنہ

فون اور ای میل: 09839776083

m.ateeque.bastavi@gmail.com

چند تصنیفات:

(۱) ہندوستان میں نفاذ شریعت

(۲) زکوۃ کے مصارف (۳) زکوۃ اور مسئلہ تملیک

(۴) ہندوستان اور نظام قضا (۵) ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کا مسئلہ

(۶) اصولی مباحث (اجتہاد، عرف وعادت، ضرورت وحاجت وغیرہ اصول مباحث پر تحقیقی مقالات)

(۷) اسلامی نکاح (۸) چند اصحاب عزیمت

(۹) دعوت اسلام - ایک اہم فریضہ

(۱۰) اسلامی سزائیں اور جرائم کی روک تھام

(۱۱) عیسائی مشنریز کی سرگرمیاں اور مسلمان

(۱۲) تحقیق وتسہیل ازالۃ الشکوک تصنیف حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (چار جلدیں)